سکے کی شعری روایت

ڈاکٹر محمد آصف قادری☆

عام طور پر تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں اور سکّے کے بھی دو رخ مانے جاتے ہیں، لیکن لفظ 'سکہ' کے لغوی اور اصطلاحی مفاہیم کے کئی رخ سامنے آتے ہیں۔ لغوی اعتبار سے 'سکہ' سے مراد ٹھپا، ضرب، چھاپ، نقش کیا ہوا، ڈھلا ہوا یا سرکاری منقش زر جو ملک میں چلے یا طرز، روش، طریقہ، قانون یا رعب داب ہوتا ہے۔(۱)

ادبی اصطلاح میں 'سکہ' ایسا شعر ہے جو نئے فرماں روا کی تخت نشینی کے موقع پر شعرا سے سرزد ہوتا ہے۔ سکہ بالعموم صرف ایک شعر پر مشتمل ہوتا ہے جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور اس شعر میں بادشاہ کا نام یا لقب نظم کیا جاتا ہے۔ سکوں پر شاعری کا رواج خاصا قدیم ہے جو آج کے دور میں متروک ہو چکا ہے۔ چونکہ سکہ کا شعر اس مفروضے کے تحت لکھا جاتا تھا کہ اسے نئے حکمران کے سکے پر کندہ کرایا جائے گا، اس لیے درحقیقت یہ سکے کا شعر تھا جسے بطور مجاز مرسل سکہ ہی کہتے تھے۔(۲)

☆ صدر شعبہ اردو، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، گوجرانوالہ

گویا مالیاتی اور ادبی اصطلاح کے طور پر سکے کا مفہوم بالکل مختلف ہے۔ سکہ ڈھالنا اور سکہ کہنا دو الگ الگ امور ہیں۔ سکہ ڈھالنے کی تاریخ سکہ کہنے کی تاریخ سے بہت قدیم ہے۔ سکہ کہنے کی تعریف وتشریح سطور بالا میں کی جا چکی ہے۔ ذرا سکہ ڈھالنے کی تعریف بھی ملاحظہ فرمائیے:

> " Coining is the art of converting pieces of metal into current coins for the purpose of commerce, usually performance in a government establishment called a mint."(3)

تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو ہمیں جو پہلا ڈھلا ہوا سکہ ملتا ہے وہ ایشیائے کوچک میں لڈیا (Lydia) کے مقام پر تیار ہوا۔ اس کا زمانہ ساتویں صدی قبل مسیح کا ہے۔ سرکاری سطح پر ایرانی بادشاہوں نے آٹھویں صدی قبل مسیح میں سکہ سازی کی ابتدا کی۔

قدیم یونان کے مطلق العنان حکمرانوں نے اپنی شہری ریاستوں میں سکوں پر اپنی اجارہ داری قائم رکھنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اسی طرح رومی شہنشاہوں کے زیرنگیں علاقوں میں سکہ خانے کی آبادی سے خزانہ معمور ہوتا تھا۔ اسلام کا سورج طلوع ہوا تو اس دور میں سکے نہیں ڈھالے جاتے تھے البتہ اس عہد میں مہریں موجود تھیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مہر ہوا کرتی تھی جو حضرت عثمانؓ کے عہد تک محفوظ رہی۔ اسلامی دنیا میں پہلا سکہ کب مضروب ہوا، اس حوالے سے مؤرخین کی آرا میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

ایک خیال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے درہم پر نقش کندہ کرائے ۔ جب کہ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ درہم ملک میں رائج تھے۔ ایک گروہ کے نزدیک حجاج نے عبدالملک کے حکم سے غیر خالص درہموں کو میل سے صاف کیا اور ان پر اللہ احد،

اللہ الصمد کے نقش کندہ کرائے۔ حجاج کے بعد عمر بن ہبیرہ نے یزید بن عبدالملک کے عہد اور اپنی حکومت عراق کے زمانے میں حجاج سے بہتر درہم تیار کرائے۔ بعض مؤرخین کی رائے میں سب سے پہلے مصعب ابن زبیر نے درہم تیار کرائے ۔ جب کہ بعض کے نزدیک عمر فاروقؓ کے زمانے میں کئی قسم کے درہم رائج تھے۔(۴)

سطور بالا میں درج حقائق سے بالکل مختلف رائے پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر مبارک علی لکھتے ہیں:

> ''اسلام میں سب سے پہلا سکہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ضرب کروایا۔ اس میں ایک طرف صلیب، تاج اور چوگان بنی ہوئی تھی اور دوسری طرف یونانی میں (XAEA) اور حضرت خالدؓ کا نام تھا۔ اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے فارس کے ایک دینار کی نقل کی اور اس پر اپنا نام کندہ کروایا۔ اس بات کے بھی شواہد ہیں کہ خلفائے راشدینؓ کے زمانہ میں مختلف صوبوں کے عاملوں نے سکے ضرب کرائے ۔ پہلا اسلامی سکہ عبدالملک بن مروان نے جاری کیا۔ اس کے بعد مسلمان حکمران اپنے سکے جاری کرتے تھے لیکن اس وقت تک سکہ ایک شاہی علامت نہیں بنا تھا۔ سکہ پر خلیفہ کا نام اور خطاب عباسی دور میں ضرب ہونا شروع ہوا اور اس کے بعد سے یہ بھی ایک شاہی علامت ہوگیا۔ صوبوں کے والیوں یا عاملوں کو اب یہ حق نہیں تھا کہ وہ سکہ پر اپنا نام کندہ کرائیں۔'' (۵)

اس کے بعد یہ روایت چل پڑی کہ ہر نیا حکمران اپنی تخت نشینی کے بعد اپنا نام سکہ پر مضروب کراتا تھا۔ یہ بھی ایک لحاظ سے اس کی بادشاہت کا اعلان ہوا کرتا تھا۔ سکہ اور خطبہ

دونوں ذریعوں سے نئے بادشاہ کی بادشاہت کا اعلان سرعت کے ساتھ سلطنت کے کونے کونے میں ہو جایا کرتا تھا۔ دستور تھا کہ تخت نشینی کے موقع کی یادگار کے طور پر چاندی کے سکے عوام میں تقسیم کیے جاتے تھے جب کہ سونے کے سکے امرا کو دیے جاتے تھے۔(٦)

برصغیر ہندوپاک میں شہاب الدین محمد غوری پہلا حکمران تھا جس کے دور میں کئی سکے جاری ہوئے لیکن ان پر خداوند تعالیٰ کی حمد وثنا اور رسول اللہ کی تعریف و توصیف کے علاوہ کچھ بھی منقوش نہیں کرایا گیا تھا۔ البتہ جب ۱۱۹۲ء میں سلطان محمد غوری نے پرتھوی راج کو شکست فاش دی، اس فتح کی خوشی میں ایک جشن منعقد کیا گیا۔ اس جشن کی مناسبت سے جو یادگاری سکے رائج ہوئے ان پر یہ شعر کندہ تھا:

تابدار الضرب مہر مہر و ماہ باد　　　سکہ شہاب الدین محمد شاہ باد

محمد بن تغلق کا دور آیا تو اس نے اپنے سکوں پر شعر کے بجائے جو عبارت منقوش کروائی اس میں شاعری سے کم تاثیر نہیں ملتی:

المجاہد فی سبیل اللہ	محمد بن تغلق شاہ
السلطان ظل اللہ	محمد بن تغلق شاہ
الواثق بنصر اللہ	محمد بن تغلق شاہ
الملک والعظمۃ للہ	محمد بن تغلق شاہ

البتہ اس عبارت میں محمد بن تغلق کی قصیدے کے انداز میں جو مدح و توصیف کی گئی ہے اس کی مبالغہ آمیزی اور غیر اسلامی اور غیر اصولی نوعیت سے اختلاف کیے بنا چارہ نہیں۔ سلطان محمد بن تغلق کے بعد فیروز شاہ تغلق کے دور میں مختلف اقسام کے روپے اور اشرفیاں

ایجاد ہوئیں۔ مغلیہ سلطنت کے قیام سے قبل ہندوستان میں جو معیاری سکہ رائج تھا اسے ٹنکہ کہتے تھے۔ جب کہ تاریخ فیروز شاہی کے مصنف سراج عفیف نے اُسے 'ٹنکہ' کے بجائے 'تنگہ' لکھا ہے۔ جب کہ تیموریوں کے ہاں ''شاہرخی'' مروج تھی۔ (۷)

بابر کی وفات کے بعد جب اس کا بیٹا نصیرالدین ہمایوں سریرآرائے سلطنت ہوا تو اس کو شیرشاہ سوری جیسے شیردل مخالف سے مقابلہ کرنا پڑا۔ شیرشاہ نے ہمایوں کو شکست فاش دی اور شاہرخی کے بجائے روپیہ جاری کیا۔ ''درزمانِ شیرخان پدید آمد'' کے الفاظ اسی حقیقت کی عکاسی کرتے ہیں۔

شیرشاہ کی اچانک موت نے اس کو مزید مثبت اصلاحات کرنے کا موقع نہ دیا اور اس کے نااہل جانشینوں نے ہمایوں کے لیے میدان پھر کھلا چھوڑ دیا۔ ہمایوں نے بھی چند ماہ بعد داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کا بیٹا اکبر تخت نشین ہوا۔ اکبر کے ابتدائی دور میں جو سکے تیار کیے گئے اس کو ایک آنکھ نہ بھائے۔ واضح رہے اس دور میں سکے کا نام ''سہنسہ'' تجویز ہوا تھا۔ ''شاہنشاہ'' سے نصف قیمت کا سکہ ''رہس'' اور رہس سے نصف قیمت کے سکے ''آتمہ'' کے نام سے موسوم کیے جاتے تھے۔

یہ تمام سکے نقش و نگار کے اعتبار سے ایک جیسے تھے لیکن ان کی انفرادی خصوصیت یہ تھی کہ ان پر مختلف عبارات یا رباعیات کندہ تھیں محض ایک بیت نہیں۔ اکبر کے عہد کا جو سکہ دو مصرعوں پر مشتمل تھا، برٹش میوزیم لندن میں موجود ہے :

ز دست از مہر اکبر بادشاہ نور   سرآن نام شہ نور علیٰ نور

اکبر کے دور میں پہلے مولانا مقصود مہر کن نقاشی کرتے تھے اس کے بعد ملا علی احمد

نے صناعی کو ختم کر دیا۔ اس دور کے سکوں پر بیشتر رباعیات فیضی کی ہیں۔ اکبر کے بعد نورالدین جہانگیر تخت پر بیٹھا۔ اس نے فن سکہ سازی میں جو اہمیت اور شہرت پائی، کسی مغل بادشاہ کو نصیب نہ ہوئی۔ برہان پور، اکبرنگر (راج محل)، مانڈو اور لاہور کے ٹکسالوں سے متعدد سکّے مضروب ہوئے۔ ان پر منقوش اشعار کی چند مثالیں حاضرِ خدمت ہیں:

قضا بر سکہ زد کرد تصویر — شبیہہ حضرتِ شاہِ جہانگیر

سکہ زد در شہر برہان پور شاہ دین پناہ — شاہ نورالدین جہانگیر ابنِ اکبر بادشاہ

زر احمدآباد را داد زیور — جہانگیر شاہِ شہنشاہ اکبر

یافت در آگرہ روئے زر زیور — از جہانگیر شاہِ شاہ اکبر

بنور جہانی دہد پرتو چو مہر و ماہ — سکہ مند و زنام جہانگیر شاہ

ہمیشہ باد بر روئے سکہ لاہور — زنام شاہ جہانگیر شاہ اکبر نور

بدھر باد روان تا فلک بود در لاہور — بنام شاہ جہانگیر سکہ لاہور

محولہ بالا سکوں میں پہلا سکہ جہانگیر نے تخت نشین ہوتے ہی مضروب کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔(۸) جب کہ دوسرے تمام سکے مختلف شہروں کے ٹکسالوں سے معرض وجود میں آئے جن کے نام مذکورہ سکوں میں کندہ کیے گئے تھے۔ واضح رہے کہ آگرہ اور لاہور سے متعدد سکے جاری ہوئے تھے لیکن یہاں ہم نے ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا ہے۔

جہانگیر کے بعد شاہجہان کا دور آیا تو اس کے سکوں سے شعر غائب ہو گئے۔ مقام تعجب ہے کہ اس مغل بادشاہ کو 'انجینئر بادشاہ' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، دوسرے اس کے جمالیاتی ذوق اور حسنِ لطافت کا ایک زمانہ معترف ہے لیکن اس کے سکوں پر شعر نہیں

ملتے۔ اس کے مقابلہ میں اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے سکوں پر یہ شعر کندہ تھا:

سکہ زد در جہان چو بدر منیر   شاہ اورنگ زیب عالمگیر

اورنگ زیب کے سکوں پر محولہ بالا شعر کا نقش ہونا اس کی حیران کن شخصیت کی ایک مثال ہے۔ عالمگیر کی وفات کے بعد اس کے دو بیٹوں کام بخش اور محمد اعظم نے بالترتیب دکن اور گجرات سے جو سکے جاری کیے، ان پر درج ذیل اشعار ملتے ہیں:

در دکن زد سکہ بر خورشید و ماہ   بادشاہِ کام بخش دین پناہ

سکہ زد در جہان بدولت و جاہ   بادشاہ ممالک اعظم شاہ

محمد معظم بہادر شاہ ملقب بہ شاہِ عالم عالمگیر کا تیسرا بیٹا تھا اس نے کام بخش اور اعظم شاہ کو شکست دے کر مسند اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ تخت نشین ہوتے ہی شاہ عالم نے حکم دیا کہ آئندہ سکوں پر شعر منقوش نہ کیے جائیں۔ البتہ اس کی وفات کے بعد جہاندار شاہ نے اپنے سکوں پر یہ شعر کندہ کروایا:

در آفاق زد سکہ چون مہر و ماہ   ابو الفتح غازی جہاندار شاہ

پھر وہ دور آیا کہ جہاندار شاہ کے بجائے فرخ سیر کو منصب شاہی سے نوازا گیا۔ اس نے اپنے سکے کو اس بیت سے مزین کیا:

سکہ زد از فضل حق بر سیم و زر   بادشاہ بحر و بر فراخ سیر

اس زمانے میں جب انتشار چاروں طرف پھیلا ہوا تھا، روز روز بادشاہ بدل رہے تھے، صدیوں پرانی تہذیب کی بنیادیں ہل چکی تھیں۔ ولیم اِرون (William Irvine) کے

بقول جعفر زٹلی نے فرخ سیر کے اس سکے پر یہ سکہ کہا تھا:

سکہ زد بر گندم و موٹھ و مٹر پادشاہ دانہ کش فرخ سیر (۹)

یہ سکہ سچائی کی آواز تھی، خزانہ خالی تھا، بدنظمی اور فسادات کا دور دورہ تھا اور معاشی حالات ابتر تھے۔ ایسے میں بادشاہ اپنا سکہ جاری کرنے کے لیے سونا چاندی کہاں سے لاتا۔ ظاہر ہے ایسے دور میں "گندم و موٹھ و مٹر" پر ہی سکہ جاری کیا جاسکتا تھا۔ فرخ سیر تک یہ سکہ پہنچا تو اس نے جعفر زٹلی کو قتل کرا دیا۔ جعفر زٹلی حاضر جواب بے باک، نڈر اور صاف گو انسان تھا۔ سچائی اس کی سب سے بڑی خوبی تھی اور سچ کی یہی کڑوی گولی معاشرے کے حلق سے نہیں اترتی تھی۔ (۱۰) واضح رہے کہ زٹلی ہی فرخ سیر کا اکلوتا شکار نہیں تھا اس نے اپنے دیگر مخالفین کو بھی ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرایا حتیٰ کہ اپنے بھائیوں اور بھتیجوں تک کو نہ بخشا۔ اس کے اس سفاکانہ رویے پر ساری رعایا چیخ اٹھی۔ بایں ہمہ جب فرخ سیر کے نام کا سکہ جاری کیا گیا تو جعفر زٹلی نے سیاسی و سماجی حالات کے عین مطابق فرخ سیر کی تضحیک میں محولہ بالا سکہ کہا۔ جعفر زٹلی کا یہ سکہ چونکہ عوام کے جذبات کا ترجمان تھا اس لیے زبان زد خلائق ہونے میں دیر نہ لگی۔ (۱۱) زٹلی کا ردّعمل اس کے حقیقی اور مزاحمتی جذبات و احساسات کا عکاس تھا۔ پھر کیا تھا فرخ سیر کے ہاتھوں اس کا ٹیٹوا مستقل طور پر دبنے میں دیر نہ لگی اور زٹلی کی موت نے اس کے نام پر پہلے 'اردو مزاحمتی شاعر' اور 'شہید سخن' کی مہر ثبت کر دی۔

یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ زٹلی کا سکہ کسی بھی دور کے سکوں سے اس اعتبار سے بھی منفرد ہے کہ یہ کسی بادشاہ کے سکے کی زینت نہ بن سکا۔ زٹلی کے عہد سے قبل و مابعد جو سکے منقوش ہوئے ان میں مخصوص دور کے بادشاہ کی مدح و ستائش کی گئی تھی۔ اور ہمیں کسی بھی

بادشاہ کے خلاف مزاحمتی سکہ کہنے کی کوئی مثال نہیں ملتی ماسوائے زٹلی کے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ سکّے تو زٹلی کی شہادت کے بعد بھی کہے جاتے رہے مثلاً جب زٹلی کے عرصۂ حیات کو تنگ بلکہ ختم کرنے والے فرخ سیر کو معزول کر کے نکوسیر کو اقتدار سونپا گیا تو اس کے جاری کردہ روپے پر یہ بیت تھی:

بزر زد سکہ صاحب قرانی شہِ نکوسیر تیمور ثانی

اس کے بعد رفیع الدرجات، محمد شاہ، احمد شاہ، عالمگیر ثانی، بیدار بخت، اکبر شاہ ثانی، بہادر شاہ ظفر، احمد شاہ ابدالی، جسا سنگھ، شاہ زمان کے ادوار میں سکے کے مختلف اشعار سکوں کے نقش و نگار اور معیار کی داستان سناتے ہیں مگر یہ تمام اشعار مزاحمت مخالف روّیے کے آئینہ دار ہیں۔ ان اشعار کے خالق ایسے لوگ تھے مصلحت پسندی اور موقع پرستی جن کی گھٹی میں شامل تھی۔

'نام بڑا درشن چھوٹے' کے مصداق مذکورہ بادشاہ ایسے 'سر' ہی نہ رکھتے تھے جو 'تاج' کے اہل ہوں ۔ علاوہ ازیں ان کے القابات پر کسی شاعر نے کھلے بندوں تنقید نہیں کی، بلکہ الٹا ان کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے۔ مثلاً 'رفیع الدرجات' تو حق تعالیٰ سبحانہٗ کی صفت کو ظاہر کرتا ہے لیکن نکوسیر کے بعد جو بادشاہ سریرآرائے سلطنت ہوا اس کا لقب 'رفیع الدرجات' تھا اور اس کے روپے پر یہ بیت نقش کی گئی تھی:

سکہ زد بہند با ہزاران برکات شاہنشہ بحر و بر رفیع الدرجات (۱۲)

بادشاہ نے سکوں پر کوئی دوسرا شعر کندہ کروانا چاہا تو فتح خان افضل نے اس کی نذر یہ شعر کیا:

سکہ زد شاہ رفیع الدرجات مہر مانند با یمین و برکات

اب کوئی جعفر زٹلی ہوتا تو نکوسیر اور رفیع الدرجات کے کچے چٹھے کھولتا۔ اس دور کے لوگ آنکھیں رکھتے تھے مگر اندھے تھے، کان رکھتے تھے مگر بہرے تھے، زبان رکھتے تھے مگر گونگے تھے،ان کو آئینہ دکھانا،سچائی کو بہرے کانوں کو سنانا اورقوت گویائی کو حقیقی معنوں میں استعمال کرنے پر اکسانا،کھولنا کسی بادشاہ شاعر یا کسی فتح خان افضل کے بس کا روگ نہیں تھا۔ انتشار،طوائف الملوکی اور ابتری کے گہرے کہرنے جس طرح معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اس کی داستان تاریخ کے صفحات پر تو ملتی ہے لیکن اردو شاعری کی تاریخ کے اوراق اس سے محروم ہیں۔ کیا یہ امر مبنی برحقیقت نہیں کہ نظام بادشاہت بجائے خود ظلم و استحصال کی علامت ہے جو ہر دور میں انسانوں کے اجسام وارواح پر کوڑے برساتا اور انسانیت کا چہرہ اس سے شرماتا رہا ہے۔

یہ امر باعث دلچسپی ہے کہ ہر بادشاہ اپنے اپنے عہد میں ٹکسال قائم کرتا تھا۔ اس کے کئی سکے جاری ہوتے تھے۔ مثلاً احمد شاہ ابدالی کے عہد حکمرانی کے دوران میں قندھار کے علاوہ ہر ولایت کے دارالخلافہ میں دارالضرب قائم تھا اور سکے ڈھالے جاتے تھے۔ افغانستان اور ہندوستان میں بیس دارالضرب تھے البتہ ہرات میں جوایرانی شہر تھا، سکے ڈھالنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ قندھار اور کابل افغانستان کے اہم ترین شہر تھے۔ کشمیر مفتوحہ علاقہ تھا۔ بھکر،پشاور،ٹھٹھہ،ڈیرہ جات اور سندھ نادر شاہ سے حاصل ہوئے تھے۔ لاہور،اٹک،ملتان اور سرہند بھی کشمیر کی طرح مفتوحہ علاقے تھے۔ ان سب مقامات پر دارالضرب تھے۔(۱۳) اس قدر دارالضرب ہزاروں لاکھوں سکے ڈھالنے کے لیے موجود تھے،مگر ان سکوں پر ایک بھی ایسا

شعر ڈھونڈے سے نہیں ملتا جس میں زٹلی کے سکے جیسی کاٹ ہو، زٹلی جیسا زہرآلود کڑوا سچ ہو۔ امر واقعہ یہ ہے کہ برصغیر ہندوپاک کے مسلم حکمرانوں کے سکوں پر شاعری میں ہمیں زٹلی کے سوا ایک بھی ایسا شاعر نہیں ملتا جس کا ذہن مزاحمتی فکر کا حامل ہو۔ کولیئر انسائیکلوپیڈیا میں درج ہے:

> " Until the eighteenth century, in most continental countries the coinage suffered from royal exploitation designed to increase the profit of the mint by seigniorage and from unauthorized, secret reductions in gold or silver content."(14)

بات استحصال اور سونے یا چاندی کے سکوں میں ملاوٹ کی چلے تو لامحالہ ہمارا ذہن سکے کے شعروں میں جھوٹ ہی جھوٹ کی آمیزش کی طرف جاتا ہے، ان اشعار میں سونے چاندی جیسے سچے اور کھرے جذبات عنقا ہیں۔ کیا یہ امر حقیقی نہیں کہ زٹلی کا سکہ کسی دارالضرب میں ڈھلے ہوئے سکے پر منقوش نہیں ہے؟ ایسے میں شعری ٹکسال کی تہی مائیگی اور اخلاقی اعتبار سے اس کی غربت کا احساس ہوتا ہے۔ کہنے کو تو ابوالفضل قافیہ سنجان (شعرا) کے بارے میں یہ رائے دیتا ہے:

> " یہی (شعرا) وہ افراد ہیں جو عالم خیال کی دشوار گزار راہ میں پرواز کرتے اور اپنے ضمیر روشن کو انوارالٰہی کی مقدس روشنی سے تاباں و درخشاں کرتے ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ اس طبقے کے اکثر افراد اپنے اس جوہرقابلیت کی اصل قیمت سے واقف و آگاہ نہیں ہیں اور اس گوہر

آبدار کو کھوٹے داموں فروخت کرتے ہیں۔ نااہل افراد کی توصیف و ستائش میں اپنی عمر بسر کرتے ہیں اور قابل مدح وثنا حضرات کی مذمت و ہجو سے اپنی زبان کو آلودہ کرتے ہیں۔"(۱۵)

آگے چل کر ابوالفضل نے فیضی پر تعریف وتحسین کے ڈونگرے برسادیے ہیں لیکن فیضی کے سکوں میں 'دین الٰہی' کی مخالفت یا اکبراعظم کی غیراخلاقی حرکات کی مزاحمت میں ایک مصرع بھی نہیں ملتا۔یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ سکوں کی شعری مملکت میں جعفرزٹلی اپنا سکہ جما چکا ہے۔اس کا سکہ فارسی میں مزاحمتی شاعری کا عمدہ نمونہ ہے۔

☆......☆......☆

حوالہ جات

۱۔ وارث سرہندی: علمی اردو لغت۔ ص۹۱۴ علمی کتاب خانہ لاہور۔۱۹۹۳ء

۲۔ حفیظ، صدیقی ابولاعجاز: کشاف تنقیدی اصطلاحات۔ ص ۲۔۱۰۱۔ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔ طبع اول۔ جولائی ۱۹۸۵ء

3- The New Gresham Encyclopedia. Vol III, p 169, Blackie & Sons Limited, Glasgow ND

۴۔ ابوالفضل: آئین اکبری۔ جلداول (حصہ اول) ترجمہ فداعلی طالب۔ ص۵۵،۵۶۔ سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔ س، ن

۵۔ مبارک علی، ڈاکٹر: مغل دربار۔ ص۴۲۔ نگارشات لاہور۔ ۱۹۹۸ء

6- Tavernier J. B: Travels in India by Jean Baptist Tavernier, Baron of Aubornne. Vol.1, p 324. London 1889, Reprinted London 1925.

۷۔ شمس، سراج عفیف: تاریخ فیروزشاہی۔ ترجمہ مولوی فدا علی طالب ۔ص۲۳۸۔ نفیس اکیڈمی، کراچی۔ طبع ثانی۔ مئی ۱۹۶۲ء

۸۔ خافی خاں: منتخب اللباب۔ جلداول۔ ص ۲۷۲۔ مطبوعہ کلکتہ۔ ۱۸۶۹ء

9- Irvine, William: Later Muhghals. p 399. M.C Sarker & Sons, Calcutta. 1922

۱۰۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو۔ جلداول، ص ۴۲، ۶۴۱۔ مجلس ترقی ادب لاہور۔ طبع سوم۔ دسمبر ۱۹۸۷ء

۱۱۔ فرمان، فتح پوری ڈاکٹر: پاکستانی معاشرہ اور اردوشاعری ۔ ص۶۸،۶۷۔ مضمون مشمولہ پاکستانی معاشرہ اور ادب۔ مرتبہ؛ڈاکٹرسید حسین محمد جعفری،احمدسلیم۔ پاکستان اسٹڈی سینٹر جامعہ کراچی۔ اشاعت اول۔ اپریل ۱۹۸۷ء

12- Whitehead: Catalogue of the Coins in the Punjab Museum Lahore. p 311. Oxford. 1914

۱۳۔ گنڈا سنگھ، ڈاکٹر: فتوحات و مہمات احمدشاہ ابدالی۔ ص ۳۹۵۔ مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی۔ اگست ۱۹۷۷ء

14- Collier's Encyclopedia. p 690-91, Macmillan Educational Corporation. U.S.A. 1980

۱۵۔ ابوالفضل: آئین اکبری۔ جلداول۔ص۴۹۲۔س،ن